لوڈشیڈنگ...... چھٹکارا کیسے ممکن ہے؟

مولانا محمد حنیف جالندھری: جنرل سیکرٹری وفاق المدارس العربیہ پاکستان

اس وقت وطن عزیز کئی بحرانوں کی زد میں ہے لیکن لوڈشیڈنگ کا بحران ایک ایسا عذاب ہے جس نے زندگی کے تمام شعبوں کو بہت بری طرح متاثر کیا ہے۔ اور اگر یہ سلسلہ جوں کا توں جاری رہا تو خدشہ ہے کہ کہیں ہم پتھر کے زمانے میں ہی نہ چلے جائیں۔ اس مسئلے کی سنگینی میں اس وجہ سے مزید اضافہ ہو جاتا ہے کہ عوام حکومت کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں اور حکمران عوام کو الزام دیتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلے پر سب کو مل جل کر سوچ بچار بھی کرنی ہوگی اور اس بحران سے چھٹکارا پانے کیلئے عملی طور پر کوشش بھی کرنی ہوگی۔ بجلی کا بحران صرف عوامی مسئلہ نہیں رہا بلکہ یہ ایک قومی اور ملکی معاملہ بن کر رہ چکا ہے۔ لوڈشیڈنگ کی وجہ سے جس طرح عبادات میں خلل اور دینی معمولات میں حرج واقع ہوا ہے اور گزشتہ چند ماہ سے جس طرح مساجد و مدارس کو ہوش ربا بل بھجوائے گئے ہیں انہیں دیکھا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ ایک دینی مسئلہ بن گیا ہو۔ اس مسئلے کے حل کیلئے ایک طرف تو حکومت کو سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا ہوگا اور بجلی کی پیداوار کیلئے چھوٹے بڑے ڈیموں کے قلیل المعیاد اور طویل المعیاد منصوبے بنانے ہوں گے کیونکہ کسی بھی ملک کی اقتصادی ترقی میں توانائی کا شعبہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کی تیزی سے ترقی کا راز بھی یہی ہے کہ انہوں نے توانائی کے شعبے کی طرف بھرپور توجہ دی۔ وطن عزیز پاکستان قدرتی وسائل سے مالا مال ہے اس کے پاس دریاؤں کا قدرتی نظام اور کوئلے کے بے پناہ ذخائر موجود ہیں جن سے سستی بجلی پیدا کی جا سکتی ہے۔ پانی سے پیدا ہونے والی بجلی تھرمل کے مقابلے میں زیادہ سستی ہوتی ہے۔ ہائیڈرل جنریشن یونٹ تھرمل یونٹ کے مقابلے میں آٹھ گنا سستا ہے۔ بدقسمتی سے ساٹھ کی دہائی کے بعد آبی ذخائر اور بجلی کے کسی بڑے منصوبے کی طرف توجہ نہیں دی گئی۔ سیاسی عدم استحکام، ناقص پالیسیوں اور کمزور حکومتی نظام کی وجہ سے اس شعبے کو نظرانداز کیا گیا۔ دیگر شعبوں کی طرح توانائی کا شعبہ بھی سیاست کی بھینٹ چڑھ گیا۔ ملکی اور بین الاقوامی اداروں اور ماہرین کا تجویز کردہ کالاباغ ڈیم بھی سیاست کی نظر ہو گیا۔ **1953**ء سے **1990**ء تک اس ڈیم کے سروے اور فزیبلٹی رپورٹ تیار کرنے پر اربوں روپے خرچ کیے گئے۔ اس عرصے میں اس منصوبے پر جتنا تحقیقی اور فنی کام ہوا دنیا بھر میں کسی اور آبی منصوبے پر نہیں ہوا لیکن نتیجہ کچھ نہیں نکلا اور بالآخر اس پروجیکٹ کو ہمیشہ کیلئے ترک کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ دوسری طرف ہماری ناقص خارجہ پالیسی کی وجہ سے بھارت نے **1960**ء کے سندھ طاس معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پاکستان کے حصے کے دریاؤں کو روک کر کشن گنگا اور بگلیہار ڈیم سمیت کئی چھوٹے بڑے ڈیموں پر کام شروع کر دیا جن سے پاکستان کے آبی ذخائر میں مزید کمی کا خطرہ ہے۔ اس لئے حکومت کو چاہیے کہ اس مسئلے کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے جنگی بنیادوں پر کام کا آغاز کرے۔ اسی طرح عوام پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ عوام بجلی کے استعمال میں کفایت شعاری اور احتیاط سے کام لیں۔ فضول خرچی کرنے والوں کو قرآن کریم نے شیطان کے بھائی قرار دیا ہے اس لئے جہاں ایک لائٹ سے کام چل سکتا ہو وہاں دس لائٹیں جلانے سے گریز کیا جائے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ شادی بیاہ کے موقع پر بے جا لائٹنگ کی جاتی ہے۔ رات گئے تک بلکہ پوری پوری رات لائٹیں جلتی رہتی ہیں اسی طرح شاپنگ سینٹرز پر لائٹنگ کی جاتی ہے۔ دکانوں کے اندر اتنی زیادہ لائٹیں جلائی جاتی ہیں کہ خریداروں کو کوئی چیز خریدتے ہوئے بھی دقت پیش آتی ہے دکانوں پر جلائی جانے والی فضول لائٹیں فضول خرچی کے ساتھ ساتھ دھوکہ دہی کے زمرے میں بھی آتی ہیں۔ کیونکہ لائٹوں کی چکاچوند میں چیز کچھ ہوتی ہے اور نظر کچھ آتی ہے۔ اس مسئلے کے حل کیلئے عوامی سطح پر بھی شعور بیدار کرنے کی ضرورت ہے اور حکومتی سطح پر بھی اس پر باقاعدہ قانون سازی ہونی چاہیے اور اس کی روک تھام کیلئے سنجیدگی کا مظاہرہ ہونا چاہیے۔ اسی طرح رات کو لائٹیں بند کرنے کا اہتمام بھی ضروری ہے حدیث مبارکہ میں سونے کے آداب میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ سونے سے قبل بسم اللہ پڑھ کر چراغ گل کر دینا چاہیے۔ ایک اور معاملہ اس مسئلے کی سنگینی میں اضافہ کرتا ہے اور وہ ہے فطرت سے بغاوت۔ اللہ رب العزت نے دن کو کسب معاش اور رات کو آرام و راحت کیلئے بنایا ہے لیکن ہمارے ہاں اس کے بالکل برعکس ہو رہا ہے۔ اگر اس معاملے میں ہم فطری ترتیب پر چلنے لگیں تو یقیناً اس بحران سے چھٹکارا پا سکتے ہیں۔ مجھے گزشتہ دنوں بیرون ملک جانے کا اتفاق ہوا تو میں وہاں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ان شاپنگ سنٹروں میں جہاں دن کے وقت تل دھرنے کی جگہ نہیں ہوتی رات ہوتے ہی سناٹا چھا جاتا ہے۔ اشیائے خوردنی اور میڈیکل اسٹوروں کے علاوہ باقی تمام مارکیٹیں بند ہو جاتی ہیں اور زیادہ تر کام دن کی روشنی میں سرانجام دیئے جاتے ہیں وہ لوگ اگرچہ بجلی کے بحران کا شکار نہیں لیکن اس کے باوجود جب ان کے ہاں اس قدر اہتمام ہوتا ہے تو ہمارے ہاں جہاں کئی علاقوں کے لوگ اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے گرمی سے بلبلاتے ہوں اور اندھیرے میں رہتے ہوں وہاں کے لوگوں کو بجلی کے معاملے میں شہ خرچیاں اور اسراف قطعی طور پر زیب نہیں دیتا۔ موجودہ حالات میں جہاں زندگی کے دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والوں پر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہیں علماء کرام کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اس معاملے میں اپنا کردار ادا کریں اور اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں۔ عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ علمائے کرام سماجی اور عوامی مسائل سے خود کو لاتعلق ظاہر کرتے ہیں اور منبر و محراب سے عوامی اور سماجی مسائل کیلئے جس قسم کی آواز اٹھنی چاہیے یا جس قسم کی رہنمائی ملنی چاہیے وہ عوام کو نہیں مل پاتی جس کی وجہ سے عوام اور علماء کے درمیان فاصلے بڑھتے جا رہے ہیں۔ ہمیں اس خلیج کو ختم کرنے کی ضرور کوشش کرنی چاہیے۔